حضرت مولانا محمد جمشید علی خان رحمۃ اللہ علیہ

ایک داعی بے مثال کا تذکرہ

مولانا شفیق احمد بستوی

جب راقم السطور نے پہلی مرتبہ اُس مردِ قلندر کو دیکھا جو اِس تحریر کا موضوع اور زیرِ نظر توصیفی مقالہ کا موصوف ہے تو شعور و وجدان نے کچھ یوں محسوس کیا کہ ''یہ کوئی درویش معلوم ہوتے ہیں، سادہ وَضع ایسی کہ کپڑے کی گول ٹوپی سر پر بالکل ہی عمومی کیفیت کی، کرتا بالکل ڈِھیلا ڈھالا اور لنگی بجائے اِزار'' یہ مجموعۂ پیراہن اپنے ظاہری منظر سے یہی باوَر کراتا تھا کہ موصوف جیسے ظاہری ٹیپ ٹاپ سے قطعی مستغنی لیکن دِل کے دھنی شخص محسوس ہوتے تھے، چنانچہ مجلس چاہے چند افراد کی ہو یا ہزاروں کا مجمع ہو، آپ بلاتکلف کبھی دورانِ گفتگو اپنی ٹوپی ہاتھ سے سر کے دائیں بائیں گھماتے تو چونکہ گول تھی اور کپڑے کی ہوتی، اِس لیے وہ کسی بھی کریز یا زاویہ کی پابند نہیں ہوتی تھی جو موصوف کی سادہ لباسی کا ایک عکس تھا۔

گفتگو کرتے ہوئے جملہ کی تکمیل کرتے اور جب سانس کے ختم پر وَقفہ فرماتے تو عموماً آخری لفظ کو ایسے مد کے ساتھ تلفظ فرماتے کہ سامعین کے لیے ایک گونہ دِل جمعی و دِلچسپی کا عنصر اس میں شامل ہوجاتا تو دوسری طرف موصوف کی عزیمت و اِستقامت کا برجستہ اِظہار ہوتا تھا کہ وہ کسی سے متأثر و مرعوب ہوئے بغیر اپنی بے لوث و بے تکلف گفتگو کا سیدھا سادہ تسلسل برقرار رکھتے۔ گھنی اور سفید ڈاڑھی، دَرمیانہ قد، پختہ گندمی رَنگ، کبرسنی کے باعث معتدل بھارِی بدن، ضعف و نقاہت سے متصف جسم، میل جول میں اپنائیت کا بھرپور مظاہرہ اور فنائیت فی اللہ و دِین و دعوت میں اِستغراق کی منہ بولتی تصویر۔ یہ ایک مختصر سا قلمی اور تصورَاتی عکس ہے، مدرسہ عربیہ رَائے ونڈ کے شیخ الحدیث اور دعوت و تبلیغ کے عالمی رہنما حضرت مولانا محمد جمشید علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جنہوں نے اپنی پورِی عملی زندگی دعوت و تبلیغ کے پلیٹ فارم سے گویا خالق زندگی یعنی اللہ تعالیٰ کو تفویض فرمادی تھی۔ شب و روز ہمہ تن مشغولیت کا صرف ایک ہی محور تھا کہ بس دین و دعوت کی محنت سے وابستگی رَہے۔

وَاقعی اُن کی زندگی کے شب و روز کا مشاہدہ کرکے ہی فرمانِ بارِی تعالیٰ ''اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ

نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ'' کا مصداق سمجھ میں آتا ہے کہ صبح کو دیکھیں تو تبلیغی مرکز رائے ونڈ میں قائم مدرسہ عربیہ میں مختلف اِسلامی علوم کی تدریس میں مشغول ہیں، جن میں حدیث شریف کی معروف ترین کتاب ''صحیح بخاری شریف'' شامل ہے، دوپہر کو دیکھیں تو تبلیغی مرکز رَائے ونڈ کے اِجتماعی اعمال میں اِنہماک کے ساتھ اللہ کے راستے میں نکلے ہوئے مسلمانوں کی دِینی، علمی خدمات ورہنمائی میں مصروفِ عمل نظر آتے ہیں۔ شام ہو تو یہی مشغلہ، رَات ہو تو بس یہی ایک دھن لگی رہتی کہ بندگانِ خدا کی تعلیم وتربیت اور دعوت وتبلیغ کے منہج پر اُن کی بھرپور ہمدردی ہوتی رہے اور لوگ دِین کو عملی زندگی میں سیکھ سیکھ کر اپنانے وَالے کیسے بن جائیں۔

حضرت مولانا محمد جمشید علی خان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام مشغولیات کو ''الدین النصیحۃ'' کا عملی پیکر بنایا ہوا تھا، آپ کی جلوت ہو یا خلوت، آرام واِستراحت کی کیفیت ہو یا دَرس وتدریس کی مشغولیت، اِنفرادی عمل کا شغل ہو یا اِجتماعی عمل میں شرکت، بہرصورت آپ بندگانِ خدا کی ہمدردی کے لیے خود کو ہمہ تن اور ہمہ وَقت گویا وَقف رکھتے تھے اور اس طرح آپ اس شعر کا سچا مصداق تھے:

میری زندگی یہی ہے کہ سبھی کو فیض پہنچے
میں چراغِ رہ گزر ہوں مجھے شوق سے جلالو

میرے ہم زلف جناب محی الدین خان صاحب بیرونِ ملک وَقت لگانے اللہ کے راستے میں نکلے ہوئے تھے، وَاپس تشریف لائے تو رَائے ونڈ پہنچ کر معلوم ہوا کہ چند یوم بعد کراچی کی ایک عدالت میں چل رَہے ایک کیس کے معاملہ میں پیشی ہے، جب کہ ابھی وَقت پورا نہیں ہوا تھا، تبلیغی مرکز رَائے ونڈ کے بزرگوں سے مشورہ کے لیے گئے اور عرض کیا کہ ایسی صورت میں صرف کیس کی ساعت میں حاضری کے لیے کراچی جاسکتے ہیں کہ نہیں؟ جواب ملا کہ اِس قسم کے اُمور کا مشورہ مولانا جمشید صاحب ہی دیں گے، لہٰذا اُن کو حضرتؒ کے پاس بھیج دِیا گیا، یہ حضرتؒ کی خدمت میں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت مولاناؒ تو طلبہ کو سبق پڑھارَہے ہیں، اس لیے واپس چلے آئے، احباب نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ کہا کہ مولانا جمشید صاحب تو سبق پڑھارَہے ہیں، ایسی کیفیت میں تو بات نہیں ہوسکتی، اس لیے واپس آگیا ہوں، کچھ دیر بعد پھر گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مولانا جمشید صاحب اُسی سبق پڑھانے کی جگہ پر ہی لیٹے ہوئے ہیں اور گہری نیند سورہے ہیں، یہ دیکھ کر پھر واپس ہولیے، ساتھیوں نے پھر پوچھا کہ کیا جواب ملا؟ کہا کہ مولانا جمشید صاحب تو سورہے ہیں، اُن کو جگانا بےادبی محسوس ہوا، اس لیے پھر واپس آگیا ہوں۔ ساتھیوں نے اُن سے کہا کہ آپ جائیں اور حضرت کو جگادیں، کیونکہ حضرت نے خود ہی کہہ رکھا ہے کہ کوئی بھی کام ہو تو بےتکلف آجایا کرو، اگر میں سورہا ہوں تو جگادیا کرو، کوئی حرج کی بات نہیں، چنانچہ محی الدین خان صاحب کہتے ہیں کہ: ''میں مولانا جمشید صاحب کی خدمت میں تیسری بار حاضر ہوا تو بدستور نیند میں اِستراحت کرتے ہوئے پایا، مگر ہمت کرکے پہلے تو سلام کیا، مگر نیند کی وجہ سے غالباً حضرت کو سلام کا پتہ

نہیں چلا تو چپکے سے قدموں میں بیٹھ کر ہلکے ہلکے ہاتھوں سے پاؤں دبانے شروع کیے تو حضرت کی آنکھ کھل گئی، اُٹھ کر بیٹھ گئے اور پوچھا کیسے آئے؟ عرض کیا کہ ابھی وقت پورا ہونے میں کئی دن باقی ہیں، مگر چند یوم بعد عدالت میں پیشی ہے، ایسی صورت میں مجھے گھر جانا چاہیے یا نہیں؟ یہ سنتے ہی حضرتؒ نے چند لمحوں کے لیے سر جھکا کر خاموشی اختیار فرمائی، اُس کے بعد مخاطب ہوئے، آپ کا گھر جانا صرف کیس کی تاریخ پر حاضری کے لیے مناسب نہیں ہے، لہٰذا آپ یکسوئی کے ساتھ اپنا وقت پورا کریں اور اپنے مسئلہ کے لیے اللہ سے دعا کرتے رہیں، میں بھی دعا کرتا ہوں کہ آپ کا یہ مسئلہ حل ہو جائے۔ حضرت مولانا جمشید صاحبؒ کے یہ چند جملے سن کر بالکل ہی دل مطمئن ہو گیا اور دل میں جو خیالات کیس کے بارے میں آرہے تھے، وہ یکدم ہی ختم ہو گئے۔ حضرت مولانا جمشید رحمۃ اللہ علیہ رائے ونڈ مرکز میں اس قسم کے پیچیدہ مسائل واُمور کے حل کے لیے گویا فیصلہ کن رائے کا اختیار رکھتے تھے اور ان ہی کی رائے کو دیگر اکابر تبلیغ بھی تسلیم کرتے تھے۔

بے لوث خدمات اور اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ دعوت وتبلیغ کی محنت کے لیے پوری زندگی اللہ کی راہ میں وقف کرنا اور ہمہ وقت تن دہی کے ساتھ اُمورِ دینیہ میں انہماک و انشغال رکھنا یہ سب ایسی کیفیات ہیں جن کا نتیجہ یہ تھا کہ بصیرت کا نور اور مؤمنانہ فراست پوری فعالیت کے ساتھ رُو بہ عمل تھی۔ چنانچہ مختلف الاحوال لوگوں کے لیے پیش آمدہ اُمور واحوال میں جو رائے ومشورہ حضرت مولانا محمد جمشید علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے تھے: آگے چل کر لوگوں کو اُسی میں خیر مضمر محسوس ہوتی تھی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق پیدائش سے لے کر تعلیم وتربیت کے مراحل تک دوآبہ کے اُس مردم خیز علاقہ سے ہے جس کی مثال پورے برصغیر میں نہیں ملتی۔ اسی علاقہ میں دیوبند، سہارنپور، گنگوہ، نانوتہ، جلال آباد، تھانہ بھون، کاندھلہ، شاملی، انبہٹہ، جھنجھانہ، کیرانہ، مظفر نگر، میرٹھ، پھلت اور باغپت جیسے مشہور ومعروف شہر، قصبات اور بستیاں واقع ہیں، جہاں ایسے ایسے حضرات اور شخصیات نے جنم لیا جن کی خوبیوں اور کمالات کے تذکروں سے کتب ورسائل کے ہزاروں صفحات ہی نہیں بلکہ بڑی بڑی جلدیں بھری پڑی ہیں۔ دوآبہ اُس درمیانی خطہ کو کہا جاتا ہے جو دریائے گنگا اور دریائے جمنا کے درمیان ہے اور یہ خطہ دہلی کی مضافاتی آبادی شاہدرہ سے شروع ہو کر مغربی سمت میں انبالہ تک وسیع وعریض علاقہ پر مشتمل ہے۔ اسی خطہ سے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے مولانا جمشید رحمۃ اللہ علیہ تک ہزاروں اکابر علماء صلحاء پیدا ہوئے۔ مولانا جمشید رحمۃ اللہ علیہ بھی مظفر نگر کے مشہور قصبہ بھینسانی میں پیدا ہوئے۔ یہ قصبہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے گویا عاشقوں کا قصبہ کہا جا سکتا ہے، ویسے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ہر دلِ عزیز تھی اور ہر طرف اللہ تعالیٰ نے اُن کی محبوبیت ومقبولیت کا سکہ بٹھایا ہوا تھا۔ اس قصبہ بھینسانی میں بڑے بڑے جید علماء کرام بھی پیدا ہوئے جن میں محدث بھی ہیں، داعی بھی ہیں، مبلغ بھی ہیں اور فقیہ ومفسر بھی۔ میرے خیال میں ان ہستیوں کا تذکرہ اگرچہ صرف ناموں کی صورت میں ہی ہو، مضمون کی طوالت کا سبب ہوگا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد جمشید علی خان رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے قیام سے تقریباً بیس سال قبل یعنی کہ ۱۹۲۸ء میں پیدا ہوئے، جب سن رشد کو پہنچے تو ابتدائی تعلیم وتربیت کے لیے اللہ تعالیٰ نے گہوارۂ تھانوی مقدر فرمایا۔ حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سایۂ تربیت وعاطفت میں کچھ عرصہ گزارا تو باضابطہ درسِ نظامی کی تعلیم کے لیے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مولانا مسیح اللہ خان شیروانی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں داخل ہوئے اور درجاتِ وسطیٰ کی تعلیم یہیں مکمل فرمائی، اسی عرصۂ تعلیم میں آپ نے حضرت الشیخ صدر وفاق مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم سے بھی استفادہ کیا کہ وہاں یہ معمول تھا کہ منتہی درجات کے طلباء مبتدی درجات کے طلباء کو اُن کے بعض اسباق بطورِ مراجعہ کے پڑھایا کرتے تھے، اِسی نوعیت کا اِستفادہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب سے آپ نے کیا تھا، ہم سنتے تھے کہ مولانا جمشید صاحب حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب ۔کے شاگرد ہیں تو اُس کی نوعیت دراصل یہ تھی۔

دَرسِ نظامی کے درجاتِ علیا کی تعلیم کے لیے حضرت مولانا محمد جمشید علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے از ہر ہند دَارُ العلوم دِیوبند کا قصد کیا اور ۵۱، ۱۹۵۰ء میں وَہاں داخل ہوئے اور دورۂ حدیث شریف کی مکمل تعلیم وَہیں حاصل فرمائی۔ اِس دوران اُن کو مادرِ علمی دیوبند کی پرفیض علمی ورُوحانی فضا میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب امروہوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جامع المعقول والمنقول علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالاحد دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا بشیر احمد گلاؤٹھی رحمۃ اللہ علیہ جیسی عبقری شخصیات سے اِستفادۂ علم وعمل کا موقع میسر آیا۔

حضرت مولانا محمد جمشید علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تعلیم سے فراغت کے بعد ہی ہجرت کر کے پاکستان تشریف لے آئے تھے اور اپنی عملی وتدریسی زندگی کا آغاز دَارُ العلوم ٹنڈو الہ یار میں کیا، جو کہ قیامِ پاکستان کے بعد وجود میں آنے والی نہایت عظیم الشان دَرس گاہ تھی، جہاں دارُ العلوم دیوبند کے بعض بڑے اکابر فضلاء کرام بھی ہجرت کے نتیجے میں تشریف لے آئے تھے، جس کی بابت لوگوں کی زبانوں سے عموماً یہ جملہ سننے کو ملتا تھا کہ پاکستان میں دارالعلوم ٹنڈو الہ یار کی حیثیت گویا دارالعلوم دیوبند ثانی کی سی ہے، جہاں بیک وقت کئی اکابر علماء کرام تشریف فرما تھے جس میں حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (صاحب اعلاء السنن)، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا علامہ سیّد محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قاری عبدالمالک رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کے نامِ نامی بہت نمایاں ہیں۔

اس ادارہ میں مولانا جمشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً بارہ سال تک تدریسی خدمات انجام دیں اور یہیں قیام کے دوران ایک ایسا واقعہ مولاناؒ کے مشاہدہ میں آیا جس نے مولاناؒ کی زندگی میں ایک نیا دینی اِنقلاب برپا کردیا، جو کچھ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ ایک جماعت مدرسہ میں آئی جس میں ایک

میواتی کو دیکھا کہ وہ وضو خانہ میں بیٹھا پریشان ہے، بے چین ہے، گویا کہ کسی غم نے اُسے بے چین کررکھا ہو۔ مولاناؒ نے اُس سے اس بے چینی کا سبب پوچھا تو اس نے حسرت ویاس کے لہجے میں کہا کہ: ''مجھے وضو کرنا ہے اور میری جیب سے مسواک کہیں گم ہوگئی ہے''۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ صرف ایک مسواک کے گم ہوجانے پر اِس افسوس کی کیا بات ہے؟ اُس نے کہا: ''مسواک کے ساتھ جو وضو ہوتا ہے اُس وضو سے نماز پڑھنے کا ثواب ستر گنا بڑھ جاتا ہے، اس لیے میں پریشان ہورہا ہوں کہ مجھے تو پھر ایک ہی نماز کا ثواب مل پائے گا''۔ حضرت مولاناؒ فرماتے ہیں کہ اُس ایک عام سے دیہاتی شخص کی بات سن کر اور اُس کا یہ جذبہ دیکھ کر مجھے بڑا احساس ہوا کہ ایک عام آدمی جماعت میں لگنے کے سبب اعمال اور ان فضائل کے حصول کے لیے اِس قدر بے چین ہے اور ہم اہل علم ہوکر بھی اس عظیم سنت کا اس قدر اہتمام نہیں کرپاتے۔

اس واقعہ کے بعد ہی حضرت مولانا رحمہ اللہ نے عزم کیا اور سات چلے کی نیت سے جماعت میں نکلے اور ایسے نکلے کہ پوری زندگی ہی اللہ کے راستے کے لیے وَقف کرڈالی اور تبلیغی مرکز رائے ونڈ ہی میں مقیم ہوگئے اور یہاں مرکز میں قائم مدرسہ عربیہ میں درسِ نظامی کی بڑی بڑی کتب کی تدریس فرمائی اور تابقائے حیات آپ وہاں ''شیخ الحدیث'' کے عالی منصب پر فائز رہے۔

تبلیغی مرکز رائے ونڈ سے مستقل وابستگی کی برکت سے حضرت مولانا رحمہ اللہ کی شخصیت ایسی نافع خلائق بن گئی تھی کہ آپؒ کو اگر منبعِ فیاض قرار دیا جائے تو بے جانہ ہوگا۔ تعلیم وتدریس، دعوت وتبلیغ اور اللہ کے راستے میں چلنے والوں نیز مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے والوں کی تربیت واصلاح کی ہمہ جہت محنت نے آپ کو شبانہ روز مشغولیت میں اس طرح گھیرلیا تھا کہ آپ ہمہ تن یا تو مشغول رہتے یا مصروفیات کے لیے وَقف رہتے تھے۔ حضرت مولاناؒ کی ان ہمہ جہت مشغولیات کو دیکھ کر خیال آتا کہ یا اللہ! یہ کب آرام کرتے ہوں گے، کب بال بچوں کے لیے وَقت نکالتے ہوں گے، کب تدریس کے لیے مطالعہ کرتے ہوں گے؟ مگر اللہ نے اُن کے اوقات میں ایسی برکت رکھی تھی کہ اُن کے سارے مشاغل جاری رہتے اور تمام اِنفرادی اور اجتماعی تقاضے بھی پورے ہوتے رہتے تھے، کیونکہ اللہ نے ہی ان کے جملہ اُمور کو اپنی قدرتِ خاصہ سے ایسا سمیٹا ہوا تھا کہ کوئی پریشانی یا کلفت اُنہیں محسوس نہیں ہوتی تھی اور یہ حقیقت میں اس حدیث پاک کا سچا مصداق ہے جس میں فرمایا گیا: ''من كان لله كان اللّٰهُ له''۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد جمشید علی خان صاحب رحمہ اللہ نے کردار وعمل سے بھرپور زندگی گزاری۔ ہزاروں تلامذہ کو اور لاکھوں اِنسانوں کو اپنے علم وعمل سے مستفید فرمایا اور اپنے مابعد علمی وعملی فیوض وبرکات کا ایک لامتناہی سلسلہ چھوڑ کر دارِ فانی سے دارِ باقی کی طرف بروز دوشنبہ مؤرخہ ۹ محرم الحرام ۱۴۳۶ھ (۳ نومبر ۲۰۱۴ء) روانہ ہوئے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را